بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ایک ننگِ اسلام رواج

اسلامی شریعت کی رو سے نکاح میں تھوڑا بہت مہر عورت کے لئے اس قدر ضروری ہے کہ اگر ایجاب و قبول کے وقت اس کا ذکر نہ کیا جائے تب بھی مہر مثل کو معیار بنا کر مرد کو مہر ادا کرنا پڑتا ہے اور اس کے بالمقابل مرد کو عورت کی طرف سے کوئی رقم کسی نام سے بھی ادا کرنی نہیں پڑتی۔ اسلام کا یہ دستور ایسا عام اور ہمہ گیر ہے کہ اسلامی دنیا میں ہر جگہ اور ہر ملک میں اس پر عمل ہوتا ہے اور کہیں اس کی خلاف ورزی نہیں کی جاتی۔

مسلمانوں میں ہندوؤں کی دیکھا دیکھی بہت سی ناپسندیدہ اور اسلام شکن خصوصاً شادی بیاہ سے متعلق جو رسومات پیدا ہو گئی تھیں علمائے کرام کی کوششوں سے ان کی بہت کافی اصلاح ہو چکی ہے لیکن نہایت افسوس اور بڑے شرم کی بات ہے کہ پورے ہندوستان اور پاکستان میں غالباً صوبہ بہار اور کچھ کچھ بنگال اب بھی ایک ایسا علاقہ ہے جہاں کے مسلمانوں میں عام طور پر یہ رواج ہے کہ جب کوئی رشتہ طے ہوتا ہے تو لڑکا خود یا اس کے سرپرست، لڑکی والوں سے ٹھوک بجا کر معاملہ طے کرتے ہیں کہ وہ لڑکے کو کیا دیں گے دوسرے لفظوں میں یہ سمجھئے کہ ازدواجی رشتہ کے بازار میں باقاعدہ طور پر لڑکے کا نیلام ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں اس کی عمر، صحت و جوانی، تعلیم اور اس کی آمدنی کے حساب سے اس کی قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ آخر کار جس کی مقرر کی ہوئی قیمت سب سے زیادہ ہوتی ہے لڑکے کا اس کی لڑکی سے نکاح کر دیا جاتا ہے پھر ستم یہ ہے کہ لڑکی کا مہر تو معجل بھی ہو سکتا ہے اور موجل بھی اور معجل کی صورت میں بھی بہت کم مثالیں ہوں گی جب کہ لڑکی نے کسی ناچاقی

یا نا اتفاقی نہ ہونے کی صورت میں شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا ہو۔ لیکن یہاں آج نقد کل ادھار والا معاملہ ہے۔ ایجاب وقبول ہی اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک کہ لڑکا مقررکی ہوئی رقم لے نہیں لے گا اور اسے اپنے قبضہ میں نہیں کرے گا۔ چنانچہ یہاں کلکتہ میں ایک مرتبہ نہیں متعدد بار یہ دیکھنے کا موقعہ ملا ہے کہ قاضی نکاح پڑھنا چاہتا ہے۔ لیکن اسے روک دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پندرہ بیس ہزار کی موعودہ رقم کا چک جب لڑکے یا اس کے والد یا چچا کی جیب میں پہنچ جاتا ہے تو اب قاضی کو نکاح خوانی کی اجازت دی جاتی ہے۔ راقم الحروف نے جب سب سے پہلے ایسا واقعہ دیکھا جو ایک متمول اور اونچے درجہ کے تعلیم یافتہ گھرانے میں پیش آیا تھا تو شرم اور ندامت سے گردن جھک گئی اور تھوڑی دیر کے بعد ہی بے حد منغض ہو کر گھر چلا آیا بعد میں دوستوں سے اس کا ذکر آیا تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی انفرادی واقعہ نہیں ہے بلکہ بہار میں عام رواج اسی کا ہے۔

اب ذرا غور کیجئے! یہ رواج کس قدر اسلام کے لئے ننگ وعار کا باعث ہے اسلام نے عورت کو اس کے دیرینہ قعرِ مذلت و بے کسی سے نکال کر معاشرتی اعتبار سے اس کا جو مرتبہ بلند کیا تھا اور اس کے لئے جو حقوق مقرر کئے ہوئے تھے جن کے باعث وہ مردوں کی چیرہ دستی کی شکار نہ ہو انھیں میں سے ایک حق مہر بھی تھا۔ لیکن نہایت حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ صوبۂ بہار جیسے علاقہ میں جہاں بڑے بڑے مشائخ وصوفیا پیدا ہوئے۔ جہاں نامور خانقاہیں اور مدارس اسلامیہ۔ امارت شرعیہ۔ اور جمعیۃ علماء اب بھی قایم ہیں وہاں کے مسلمان ایک ایسی جاہلانہ اور قطعاً غیر اسلامی رسم کو اب بھی سینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور انھیں اس کا ذرا احساس نہیں کہ اس ایک مشرکانہ رسم کی وجہ سے اسلامی سماج میں کس قدر عظیم اور ہولناک مفسدہ پیدا ہو گیا ہے۔

اس رواج کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ جہاں کوئی لڑکا تعلیم یافتہ ہوا اور اس نے آمدنی کا معقول

ذریعہ بھی کوئی پیدا کر لیا بس وہ سمجھتا ہے کہ اب مارکیٹ میں اس کی قیمت دس پندرہ ہزار روپیہ سے کم نہیں ہے۔ اور چونکہ مقصد صرف روپیہ ہوتا ہے اس لئے اس کو اس سے بحث نہیں ہوتی کہ لڑکی تعلیم یافتہ ہے یا نہیں۔ خاندانی اعتبار سے اس کے ہم مرتبہ ہے یا نہیں۔ اور مذاق طبعی اور اخلاق وعادات کے اعتبار سے اس میں وہ تمام باتیں ہیں یا نہیں جو اس کے زناشوئی تعلق کی خوشگواری کا باعث ہو سکیں وہ ان باتوں میں سے کسی کا خیال نہیں کرتا بس اس کو من مانی رقم ملی اور اس نے ہاں کر لی۔ اس کے بعد جب روپیہ اس کے قبضہ میں آجاتا ہے تو چونکہ رشتہ انمل بے جوڑ تھا اس بناء پر بیوی غریب "فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَة" ہو کر رہتی ہے اور شوہر اسی بیوی کے باپ کے روپیہ سے یا عیاشی شروع کر دیتا ہے اور یا حسب منشا کوئی اور شادی کر لیتا ہے۔ یہ تو تصویر کا ایک رخ ہوا۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ ایک شخص شریف ہے۔ اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے اس کی بیٹی سلیقہ مند بھی ہے اور تعلیم یافتہ بھی حسین وجمیل بھی ہے اور نیک فطرت بھی لیکن چونکہ بدقسمتی سے اس کے پاس داماد کو دینے کے لئے معقول رقم نہیں ہے اس بنا پر وہ اپنی جوان لڑکی کے لئے کہیں باہر تو کیا خود اپنے خاندان میں بھی کوئی تعلیم یافتہ اور کماؤ بر نہیں پاتا۔ اس طرح کی مثالیں ایک دو نہیں ہزاروں ملیں گی اور اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ کسی متوسط درجہ کے گھرانہ میں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس کا باپ "ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيمٌ" کا مصداق بن جاتا اور ابھی سے تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے، نہ جانے کتنے ہزاروں لاکھوں مسلمان گھرانے ہوں گے جو اس عذاب میں مبتلا ہیں لیکن چونکہ وہ پبلک میں احتجاج نہیں کرتے اخبارات میں اپنی بپتا نہیں چھاپتے، شرم اور غیرت کے مارے کسی کے سامنے اپنے دکھ اور درد دل کا اظہار نہیں کرتے اس لئے کسی کو بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں ہے اور جس شیطانی رواج نے ہزاروں خاندانوں کو تباہ وبرباد کر ڈالا ہے اس کے انسداد واستیصال کی کسی جماعت یا کسی مصلح قوم کو کوئی فکر نہیں ہے۔ یہ رواج نہ صرف صوبہ بہار کے مسلمانوں پر بلکہ پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی پیشانی پر ایک نہایت شرمناک داغ اور حد درجہ بدنما کلنک کا ٹیکہ ہے ضرورت ہے کہ اس کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے باقاعدہ اور نہایت منظم جد وجہد کی جائے اور جو ہزاروں مسلمان خاندان اس کا شکار بنے ہوئے ہیں ان کی رستگاری کا بندوبست فوری طور پر کیا جائے۔